# اسمار الحسنیٰ

ازافادات علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ تعالیٰ

(ترجمہ مولوی محمد عثمان صاحب فارقلیط)

ذیل میں علامہ حافظ ابن قیم رحمتہ اللہ علیہ کے ایک علمی مضمون کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے جس میں نہایت جامعیت کیساتھ اسمار الٰہیہ اور صفات باری کے مسئلہ پر بحث کی گئی ہے اور ان غلطیوں کا ازالہ کیا گیا ہے جنکے سہارے کسی زمانہ میں تشبیہ و تعطیل کے فتنوں نے سر اٹھایا تھا اور جن میں بعض متکلمین کو بھی ٹھوکریں لگی ہیں۔ اس مضمون کو سمجھ لینے کے بعد قرآن حکیم کی اُن پرحکمت آیات کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے جن میں نہایت خوبصورتی اور کمال ترتیب کے ساتھ اسمار الٰہیہ موتیوں کی طرح پرو دیے گئے ہیں۔ (فارقلیط)

اسمار باری تعالیٰ کے سلسلہ میں چند حقیقتوں کو سمجھ لینا چاہیے کیونکہ انکے بغیر ذات و صفات باری کا صحیح تصور انسان کیلیے محال ہے۔

(۱) جو الفاظ صرف خدا کے وجود پر دلالت کرتے ہیں اور جن سے صرف خدا کی ہستی کا پتہ چلتا ہے وہ اسمار حسنیٰ اور صفات علیا کی فہرست میں داخل نہیں ہیں، کیونکہ اس قسم کے الفاظ سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا ہے، یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیسا ہے۔ مثلاً الفاظ شَے، موجود، قدیم وغیرہ صرف خدا کے وجود پر دلالت کرتے ہیں اس لیے ان کا شمار اسمار الحسنیٰ میں نہیں ہو سکتا۔

(۲) جس صفت میں کمال کیساتھ نقص کا بھی احتمال ہو اسکو علی الاطلاق خدا کیلیے استعمال کرنا جائز نہیں - اسکو اس طرح استعمال کرنا چاہیے کہ اسکے مفہوم میں سے کمال باقی رہے اور نقص زائل ہوجائے - مثلاً مرید، فاعل، صانع وغیرہ صفاتی نام نقائص سے خالی نہیں ہیں اسلیے علی الاطلاق خدا کیلیے انکا استعمال بھی جائز نہیں ہے - ہاں ہم خدا کو فعالٌ لما یرید کہینگے کیونکہ اس ترکیب سے وہ نقص زائل ہوگیا ہے جو فاعل اور مرید میں موجود ہے - خود باری تعالیٰ نے بھی اپنے متعلق فعال لما یرید ہی فرمایا ہے -

(۳) کتاب الٰہی میں جو الفاظ اِخبار و اظہار کیلیے کسی قید اور شرط کے ساتھ آئے ہیں ان سے علی الاطلاق اسمار الٰہیہ مشتق نہیں کیے جا سکتے - بعض متاخرین نے اس حقیقت کو نہیں سمجھا اور الفاظ، فاتن، ماکر، مُضِل کو اسمار الحسنیٰ میں داخل کر لیا مگر قرآن کریم نے ان کو قید و شرط کے ساتھ استعمال کیا ہے، اسلیے ہمیں بھی اس قاعدہ کی رعایت کرنی چاہیے -

(۴) اسمار حسنیٰ اَعلام بھی ہیں اور اوصاف بھی کیونکہ باری تعالیٰ کے اوصاف، عَلَمیت کے منافی نہیں ہیں - جو اوصاف اپنے موصوف کے افراد میں مشترک ہوتے ہیں وہ تو کسی ایک فرد کے لیے عَلَم نہیں بن سکتے کیونکہ اشتراک، عَلَمیت کی خصوصیت کو باطل کر دیتا ہے اسی لیے بندوں کے اوصاف، عَلَمیت کے منافی ہیں - مثلاً رحیم یا کریم کسی انسان کا علم نہیں ہو سکتا - مگر خدا کے اوصاف صرف اسی کے ساتھ مخصوص ہیں اور افراد میں انکا اشتراک محال ہے، اسلیے رحیم، کریم وغیرہ جس طرح خدا کے اوصاف ہیں اُسی طرح یہ اس کے اعلام بھی ہیں -

(۵) خدائے تعالیٰ پر جس نام کا اطلاق ہوتا ہے اس سے مصدر اور فعل کا اشتقاق جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ اس مصدر اور فعل کو خدا کیلیے استعمال کیا جائے - مثلاً سمیع، بصیر اور قدیر خدا کے نام ہیں - اس صورت میں انکے مصادر یعنی سمع، بصر، اور قدرت کا اطلاق

بھی خدا پر جائز ہے اور انکے افعال کا استعمال بھی خدا کیلیے روا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ان افعال کا استعمال خدا کیلیے کیا گیا ہے مثلاً فرمایا قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ۔ وَقَدَّرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُوْنَ مگر اس استعمال کیلیے ایک شرط بھی ہے، وہ یہ کہ فعل متعدی ہونا چاہیے۔ فعل لازم کا اسم اور مصدر تو خدا کے حق میں استعمال ہو سکے گا جیسے حی (زندہ) اور حیات، مگر اسکا فعل استعمال نہیں ہو سکیگا جیسے حیی (بصیغہ ماضی) یعنی ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ خدا زندہ ہے مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ زندہ ہوا۔

(۶) یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کا سرچشمہ اسکے اسمار اور صفات ہیں۔ چونکہ باری تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں کامل ہے اور یہ کمال اسکو ہمیشہ سے حاصل ہے اسیلیے اس کے افعال کا صدور اسکے کمال سے ہوتا ہے۔ لیکن مخلوقات کا معاملہ اسکا بالکل عکس ہے، یعنی ان کے اسمار کا سرچشمہ انکے افعال ہیں اور انکو جو کچھ کمال حاصل ہوتا ہے اپنے افعال سے ہوتا ہے۔ پس باری تعالیٰ کے افعال اسکے کمال کا مظہر ہیں اور مخلوقات کا کمال (انکی حیثیت کے مطابق) ان کے افعال کا نتیجہ ہے۔

(۷) اسمار حسنیٰ کا علم اور انکی معرفت، علم اور معلومات کی اصل ہے۔ معلومات کا تعلق خواہ عالم خلق سے ہو یا عالم امر سے، اور انکا علم خواہ تکوینی ہو یا تشریعی، ان سب کی اصل اسمار حسنیٰ ہیں۔ اسی لیے ان میں حسن و کمال ہے، رافت و رحمت ہے اور وہ بندوں کے مصالح کا خزانہ ہیں۔ اسی بنا پر باری تعالیٰ بندوں کو حسن و احسان کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے تاکہ وہ اپنی تکمیل کر سکیں اور اس طریقہ سے باری تعالیٰ کے احسان کا ظہور ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ اسکے تمام اوامر علین حکمت اور مصلحت ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اسکی مخلوق میں نہ تو تفاوت اور اختلاف ہے اور نہ وہ عبث اور بیکار پیدا کی گئی ہے۔ اور چونکہ تمام مخلوقات کا ظہور اس کی ایجاد و تخلیق سے ہوا ہے اسیلیے خالق کی ذات اور صفات کا علم تمام علوم اور کمالات کی اصل ہے

اور جس نے اسمار الٰہی کا علم حاصل کیا اسکو جملہ معلومات کی معرفت حاصل ہو گئی۔

(۸) اللہ تعالیٰ کے تمام اسمار، اسمار حسنیٰ ہیں - ان میں ایک نام بھی ایسا نہیں جو حسن و کمال سے خالی ہو - یہ بتایا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بہت سے اسمار کا اطلاق افعال کی صورت میں ہوتا ہے مثلاً خالق، رازق، محیی، ممیت - یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسکے جملہ افعال خیر ہی خیر ہیں اور ان میں شر اور برائی کا شائبہ بھی موجود نہیں ہے - اگر باری تعالیٰ کے کسی فعل میں شر ہوتا تو شر سے بھی اسکا کوئی نام ضرور مشتق ہوتا جسکے بعد اسکے اسمار حسنیٰ، اسمار حسنیٰ نہ رہتے۔

یہ بات ہمیشہ یاد رکھو کہ شر خدا کی طرف منسوب نہیں ہوتا، کیونکہ شر جس طرح اسکی ذات میں داخل نہیں ہے اسی طرح اسکی صفات اور افعال میں بھی داخل نہیں ہے - شر خدا کی طرف فعل اور وصف کے اعتبار سے منسوب نہیں کیا جا سکتا، بلکہ وہ محض خدا کے مفعولات اور مخلوقات میں داخل ہے - فعل اور مفعول میں جو فرق ہے وہ بالکل ظاہر و باہر ہے۔

شر کے مسئلہ میں تمکو غور و تامل سے کام لینا چاہیے کیونکہ اکثر متکلمین نے اس میں ٹھوکریں کھائی ہیں اور حقیقت کے عدم ادراک سے بہت سے دماغ گمراہ ہو گئے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اہل حق کو اختلاف کے وقت ہدایت فرما دیتا ہے اور اسکی دستگیری سے وہ ضلالت سے بچ جاتے ہیں۔

(۹) حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے اسمار حسنیٰ کا شمار کیا وہ جنت میں داخل ہوا - درحقیقت اسمار الٰہی کا شمار سعادت کا قطب اور نجاۃ و فلاح کا منارہ ہے - مگر اسکے چند مراتب ہیں - اوّل اسمار حسنیٰ کے الفاظ کا شمار - دوّم انکے معانی و مدلول کا ادراک - سوّم دعا میں بطور وسیلہ انکا استعمال اور جناب باری میں ان کو ذریعۂ تقرب بنانا - خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا تمام اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں - پس تم ان کے ذریعہ جناب باری میں دعا کرو۔

دعا کے بھی دو مرتبے ہیں - اول دعاء ثنا و عبادت - دوم دعاء طلب و سوال - خدا کی حمد و ثنا اسماء حسنیٰ اور صفات علیا کے ذریعہ کی جائے اور طلب و سوال کے لیے بھی ان ہی کو شفیع بنایا جائے - یہ نہ کہا جائے کہ "اے موجود مجھے بخش دے" یا "اے ذات مجھ پر رحم کر" بلکہ مطلوب کی مناسبت سے اسکے اسماء کو ذریعہ اور وسیلہ بنا کر حرف مطلب زبان پر لایا جائے - دراصل سائل اسماء حسنیٰ کو وسیلہ قرار دیکر اسکی صفات کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ مطلوب کی رعایت سے اسماء کو اختیار کیا جائے، مثلاً اگر بخشش اور گناہوں کی معافی مطلوب ہو تو اس طرح کہا جائے "اے غفار مجھے بخش دے" اگر سلامتی مطلوب ہو تو یوں کہا جائے "یا سلام میری حفاظت کر" - رحم اور بخشش کے موقع پر "اے قہار مجھ پر رحم کر" کہنا موزوں نہ ہوگا کیونکہ سائل رحم کا طالب ہے اور اسکے لیے ضروری ہے کہ خدا کی صفت رحم کو اپنی جانب متوجہ کرے - اگر کوئی شخص اپنی سیاہ کاریوں پر نادم ہے اور طلب عفو کیلیے درگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر یہ کہتا ہے کہ "اے منتقم مجھے بخش دے" تو اس کا مقصد فوت ہو جائیگا - جس شخص نے انبیاء کرام خصوصیت کے امام الانبیاء اور خاتم الرسل کی دعاؤں پر غور کیا ہے وہ انکو اسی ضابطہ اور اصول کے تحت پائیگا -

(۱۰) جن اسماء کا اطلاق خدا پر بھی ہوتا ہے اور بندوں پر بھی مثلاً حی، سمیع، بصیر، علیم، قدیر، انکے متعلق نظار اور متکلمین میں سخت اختلاف ہے متکلمین کے ایک گروہ کا قول یہ ہے کہ یہ اسماء بندوں کے حق میں حقیقت اور خدا کیلیے مجاز ہیں، یعنی بندوں کیلیے انکا استعمال حقیقی معنی میں ہوتا ہے اور خدا کیلیے مجازی ہیں - دراصل یہ قول فرقہ جہمیہ کا ہے جو تمام اقوال میں اخبث اور فاسد ہے - دوسرا قول پہلے قول کا عکس ہے، یعنی یہ اسماء خدا کیلیے حقیقت اور بندوں کیلیے مجاز ہیں - یہ قول ابو العباس ناشی کا ہے - تیسرا قول یہ ہے کہ یہ اسماء خدا کیلیے بھی حقیقی ہیں اور بندوں کیلیے بھی - یہ قول اہل سنت کا ہے اور یہی حق ہے - یہ اسماء

جب باری تعالیٰ کیلیے استعمال ہونگے تو اسکی شان کے مطابق ہونگے، اور جب بندوں کے حق میں استعمال ہونگے تو انکی جو کچھ حیثیت ہے اسکے مطابق ہونگے۔

دراصل اس نوع کے اسماء وصفات کی تین حیثیتیں ہیں۔ ایک عمومی حیثیت، یعنی اس بات سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ وہ باری تعالیٰ کیلیے ہیں یا بندوں کیلیے، فی نفسہٖ جو لفظ کا مفہوم ہے صرف وہ پیشِ نظر ہو۔ دوسری حیثیت یہ ہے کہ وہ اسماء خصوصیت کیساتھ اللہ تعالیٰ کیلیے مستعمل ہوئے ہوں۔ تیسری حیثیت یہ ہے کہ انہیں بندوں کے اوصاف پر دلالت کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہو۔

پہلی حیثیت میں تو یہ اسماء مجرّد اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ موصوف میں فلاں فلاں اوصاف موجود ہیں، بلا لحاظ اسکے کہ ان کی کیفیت کیا ہے۔ مثلاً لفظ سمیع اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ موصوف میں مسموعات کا ادراک پایا جاتا ہے، اور بصیر اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ موصوف مبصرات کی رویت سے متصف ہے۔ اس لحاظ سے جو ہستی بھی سمع و بصر رکھتی ہوگی وہ بصیر کہلائی جائیگی۔ رہیں بقیہ دونوں حیثیات، تو جب ایک اسم صفت خدا کیلیے استعمال کیا جائیگا تو اس کا اطلاق شانِ خدائی کے لحاظ سے ہوگا، اور جب وہی اسم بندے کیلیے استعمال ہوگا تو اس کا اطلاق شان بندگی کے لحاظ سے ہوگا۔ خدا کو جب سمیع کہینگے تو اسکے معنی یہ نہ ہونگے وہ ایک خاص آلہ سے سنتا ہے جس کا نام کان ہے، اور ہوا کے واسطہ سے اس تک آواز پہنچتی ہے، اور اسکی سماعت محدود ہے۔ اور بندے کو جب سمیع کہینگے تو اس کے بھی یہ معنی نہ ہونگے کہ وہ کامل تجرّدی شان کے ساتھ بلا واسطہ کائنات کی ہر آواز کو سنتا ہے۔ پس اشتراک فی اللفظ کے باوجود خدا کی صفات اور بندوں کی صفات میں مماثلت ومشابہت کا کوئی امکان نہیں۔

جو لوگ سمیع و بصیر وغیرہ اسماء کا استعمال خدا کیلیے محض اس وجہ سے ممنوع قرار دیتے ہیں کہ خدا کی مخلوق بھی ان صفات میں اسکی شریک ہو جاتی ہے وہ دراصل اسماء کے صحیح استعمال

اور انکی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ بلاشبہ جو لوگ ان اسمار کا استعمال اس طرح کرتے ہیں کہ خدا میں اور مخلوق میں مماثلت پیدا ہو جاتی ہے تو وہ یقیناً خدا کو مخلوق کے ساتھ مشابہت دیتے ہیں اور جو اس جرم کا مرتکب ہو اسکے کفر میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔ مگر جو شخص خدا کے حق میں ان اسمار کا استعمال اس طرح کرتا ہے کہ وہ خدا ہی کے ساتھ مخصوص ہو جاتے ہیں، اور اسی کے کمال اور اسی کی شان و عظمت کو ظاہر کرتے ہیں، اور اسکی کسی صفت میں غیر کو شریک نہیں کرتے، وہ تشبیہ اور تعطیل، دونوں آفتوں سے بچ جاتے ہیں۔

یہ یاد رہے کہ جب ان اسمار کی اضافت بندوں کی طرف ہو تو خدا کے حق میں ان کے اس مفہوم خاص کی نفی ضروری ہے اور اسی طرح جب وہ خدا کی طرف مضاف ہوں تو بندوں کے حق میں بھی نفی ضروری ہے۔ مثلاً جب لفظ حیاۃ بندوں کی طرف مضاف ہوگا تو اسکے مفہوم میں طفولیت، شباب، بڑھاپا، نیند، اکل و شرب اور موت کے تصورات ضرور شامل ہونگے جن سے باری تعالیٰ کی ذات ورار الورار ہے اور مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ خدا کے حق میں ان تمام لوازم کی نفی کر دے۔ اور جب یہی لفظ حیات خدا کی طرف مضاف ہوگا تو اسکے مفہوم میں ازلی، ابدی، خالق، عالم کل، فعالٌ لما یرید، قدوس، سلام وغیرہ صفات کمالیہ بھی شامل ہونگے جو صرف خدا ہی کے لیے مخصوص ہیں، مخلوق کے حق میں انکی نفی ضروری ہے۔ اگر تم نے اس ضروری قاعدہ کو ملحوظ رکھا تو تم متکلمین کی لائی ہوئی آفتوں سے ہمیشہ کیلیے محفوظ ہو جاؤگے۔ ایک آفت تعطیل کی ہے جو باری تعالیٰ کے اسمار حسنیٰ کا سرے سے انکار کر دیتی ہے، اور دوسری آفت تشبیہ کی ہے جو شرک کا دروازہ کھول کر خدا کی عظمت و جلال کا دلوں سے خاتمہ کر دیتی ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے اسمار بے شمار ہیں جنکا حصر نہیں کیا جا سکتا اور بہت سے نام ایسے ہیں جنکا علم خدا کے سوا کسی اور کو نہیں ہے۔ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| اسئلك بكل اسم هو لك سميت به نفسك او انزلته فى كتابك او استاثرت به فى علم الغيب عندك۔ | الٰہی! میں تیرے ان ناموں کے وسیلہ سے تجھسے دعا کرتا ہوں جنکو خود تو نے اپنے لیے پسند کیا ہے، یا جنکو تو نے اپنی کتاب میں |

ظاہر کیا ہے، یا جو تیرے خزانۂ غیب میں پوشیدہ ہیں۔

اس حدیث کی رو سے خدائے تعالیٰ کے نام تین قسم کے ہیں اوّل وہ جنکو خود اسنے اپنے لیے پسند فرمایا اور جن پر چاہا ان پر ظاہر کیا اور کسی کتاب میں انکو بیان نہیں کیا۔ دوّم وہ نام ہیں جنکو اس نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔ سوّم وہ جنکا علم کسی مخلوق کو نہیں دیا گیا۔ حدیث شفاعت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ "اس وقت مجھ پر اسکی حمد و ثنا کا دروازہ کھولا جائیگا، ایسی حمد و ثنا جس کا میں اب ادراک بھی نہیں کرسکتا" اسکا یہی مطلب ہے اور اسکی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ "اے خدا! تو نے خود اپنی جس طرح ثنا کی ہے میں اس کا احاطہ بھی نہیں کرسکتا" رہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ ان لله تسعة وتسعين اسماء من احصاها دخل الجنة (خدا کے ۹۹ نام ایسے ہیں کہ جسنے انکا شمار کیا وہ جنت میں داخل ہوا) سو اس میں "من احصاها دخل الجنة" مستقل خبر نہیں ہے بلکہ صفت ہے اور مطلب یہ ہے کہ خدا کے بے شمار اور بے حد و حساب ناموں میں سے ۹۹ نام ایسے ہیں کہ انکا شمار کرنے والا جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔ اس سے خدا کے دیگر ناموں کی نفی نہیں ہوتی، اور یہ اسی طرح کا قول ہے کہ مثلاً کوئی کہے فلاں شخص کے پاس ایک سو غلام ایسے ہیں جو جہاد کیلیے ہر وقت تیار ہیں، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان ایک سو غلاموں کے سوا اس شخص کے پاس اور غلام نہیں ہیں۔

(۱۲) اللہ تعالیٰ کے بعض نام ایسے ہیں جنکا علٰحدہ علٰحدہ استعمال بھی جائز ہے، اور ملا کر بھی، مثلاً قدیر، سمیع، بصیر، عزیز، اور حکیم وغیرہ کہ چاہو تو انکو علٰحدہ علٰحدہ استعمال کرو اور چاہو تو ملا کر مگر بعض نام ایسے بھی ہیں جنکا مفرد استعمال جائز نہیں ہے۔ ان کے لیے ضروری ہے کہ مقابل کے نام بھی ساتھ ہی ساتھ استعمال کیے جائیں۔ مثلاً مانع، ضار، منتقم وغیرہ۔ ان کا استعمال مفرد نہیں بلکہ انکے مقابل اسماء معطی، نافع اور عفوّ کے ساتھ کیا جائیگا، یعنی اس طرح کہا جائیگا کہ وہ معطی اور مانع ہے، ضار اور نافع ہے، منتقم اور عفوّ ہے، معزّ اور مذل ہے۔

(۱۳) صفات کی چار قسمیں ہیں (۱) صفات کمال (۲) صفات نقص (۳) وہ صفات جو کمال اور نقص دونوں سے خالی ہیں (۴) وہ صفات جو کمال اور نقص دونوں کی جامع ہیں۔ اللہ تعالیٰ اقسام ثلاثہ سے مبرّا و منزّہ، اور صرف قسم اول کی صفات سے موصوف ہے، کیونکہ اسکی کل صفات، صفاتِ کمالیہ ہیں۔ اسی طرح خدا کے اسماء بھی کمال محض ہیں جن سے بہتر نہ دوسرے اسماء ہو سکتے ہیں، نہ۔۔ معنویت کے اعتبار سے دوسرے اسماء ان کے قائم مقام بن سکتے ہیں۔ یوں تم کسی اسم کی تفسیر کسی دوسرے اسم سے کر لو لیکن کتاب و سنت میں جو اسماء باری مذکور ہیں، ان کے مترادف دوسرے اسماء تمکو ہرگز نہ ملیں گے کیونکہ یہ اسماء ہر اعتبار سے احسن و اکمل اور شائبۂ عیب و نقص سے پاک ہیں۔ وہ علیم و خبیر ہے مگر تم اسکو عاقل اور فقیہ نہیں کہہ سکتے۔ وہ سمیع و بصیر ہے مگر سامع اور باصر کے الفاظ ان کے قائم مقام نہیں بن سکتے وہ رحیم و رؤف ہے، مگر رفیق و شفیق میں وہ کمال کہاں ہے۔ وہ علی العظیم ہے، مگر رفیع و شریف اسکا ترجمہ نہیں ہو سکتا۔ ہم اسکو کریم کہتے ہیں مگر غلطی ہو گی اگر اسکو سخی کہنے لگیں۔ وہ خالق ہے باری ہے مصور ہے، مگر فاعل، صانع اور مشکّل میں وہ بات نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ صفات کی طرح اسماء باری بھی احسن و اکمل ہیں، اسلیے دوسرے اسماء اور دوسری صفات

ان کی قائمقامی کا شرف حاصل نہیں کر سکتیں۔

(۱۴) اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کرنا سخت ترین معصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۠ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَاۗىِٕهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (اللہ کے لیے اچھے اچھے نام ہیں۔ انہی سے اس کو پکارا کرو۔۔ اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جو اس کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں۔ وہ اپنے کیے کا پھل پائینگے) الحاد کا مادہ، ل۔ ح۔ د ہے جسکے معنی ہیں حق سے باطل کی طرف مائل ہونا۔ ابن سکیت کا قول ہے کہ "ملحد اس شخص کو کہتے ہیں جو حق سے باطل کی طرف مائل ہو اور حق میں باطل کی آمیزش کرے" اسمائے الٰہی میں الحاد کی متعدد انواع ہیں۔ (اول) یہ کہ خدا کے ناموں کو بعینہٖ یا تھوڑا سا بگاڑ کر غیر اللہ کو ان سے موسوم کیا جائے، جیسے اللہ سے لات اور عزیز سے عُزّیٰ بنا کر بتوں کو ان ناموں سے موسوم کرنا یا غیر اللہ کو رب کہنا۔ (دوم) یہ کہ خدا کیلیے ایسے نام تجویز کیے جائیں جو اسکی عظمت و شان کے منافی ہوں مثلاً عیسائیوں کی طرح خدا کو باپ کہہ کر پکارنا یا فلاسفہ کی طرح اسکو موجب بالذات اور علت فاعلہ بالطبع قرار دینا (سوم) یہ کہ خدا کی طرف نقائص منسوب کیے جائیں مثلاً یہود کی طرح اسکو فقیر کہنا یا یہ کہنا کہ مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد اس نے آرام کیا (چہارم) یہ کہ اسماء کو انکے معانی اور حقائق سے محروم کر دیا جائے جیسا کہ فرقہ جہمیہ کا قول ہے کہ اسماء الٰہیہ مجرد الفاظ ہیں جن میں نہ صفات کا وجود ہے نہ معانی اور حقائق کا۔ وہ یہ ضرور کہتے ہیں کہ خدا سمیع، بصیر، حی، رحیم، متکلم اور مرید ہے، مگر ایسا حی جسکو حیات حاصل نہیں، ایسا سمیع و بصیر جسکو سمع و بصر کی حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، ایسا متکلم اور مرید کہ اس کے پاس نہ کلام ہے نہ ارادہ! یہ الحاد معنوی اور شرعی اعتبار سے نہایت خطرناک ہے اور مشرکین کے الحاد سے بالکل مشابہ، کیونکہ مشرکین نے خدا کے اسماء اور صفات کو بتوں کے حوالہ کر دیا اور جہمیہ نے خدا کی صفات ہی کا انکار کر دیا۔ (پنجم) یہ کہ خدا کی صفات کو مخلوق

کی صفات سے تشبیہ دیجائے جیسا کہ مُشبّہہ کا عقیدہ ہے۔ انہوں نے جہمیہ یعنی اہلِ تعطیل کے مقابلہ میں یہ مذہب ایجاد کیا ہے اور بظاہر دو متقابل فریق بنگئے ہیں، مگر الحاد میں دونوں برابر کے شریک ہیں۔ معطلین صفات الٰہیہ کی نفی کرتے ہیں اور اہل تشبیہ خالق کی صفات کو مخلوق کی صفات سے لاملاتے ہیں۔ اہلِ سنت کا کام یہ ہے کہ وہ افراط و تفریط کی ان راہوں سے بچیں اور تشبیہ و تعطیل کے الحاد سے اپنا دامن بچائیں۔ نہ تو اہلِ تشبیہ کی طرح خدا کو بت بنائیں اور نہ اہلِ تعطیل کی طرح اسکو معدوم سمجھیں۔ واللہ ذو الفضل العظیم۔

---


# شعلۂ طور

## دوسرا ایڈیشن

شاعرِ رنگین حضرت جگر مرادآبادی کے کلام سے کون واقف نہیں۔ انکے کلام کے مجموعہ کا دوسرا ایڈیشن مکتبہ نے ماہِ نومبر کو شائع کیا ہے۔ اس مرتبہ موصوف کی چند نئی غزلوں کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔

سادگی و پرکاری، بیخودی و ہوشیاری جو فارسی میں امیر خسروؒ کے کلام کی خصوصیت ہے اردو میں جگر مرادآبادی کے حصہ میں آئی ہے۔ جگر کی ساحرانہ شاعری کا اس دور میں جواب نہیں۔ جو حضرات ایکدفعہ بھی شعلۂ طور پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈال چکے ہیں وہ اسے اسطرح لیے پھرتے ہیں جیسے کہ لوگ زمانۂ انقلابِ فرانس میں معاہدۂ عمرانی لیے پھرتے تھے۔

طباعت وغیرہ اعلیٰ، از حد دیدہ زیب، پنچ رنگی سنہرا کور، مضبوط و خوبصورت جلد اور جگر کی ایک بے نظیر تصویر۔ ان تمام خصوصیات کے باوجود ہم نے قیمت میں کمی کر دی ہے۔

یعنی ۲؍ کے بجائے ۱؍

**مکتبہ جامعہ۔ دہلی۔ نئی دہلی۔ لاہور**